اختلاف بین المسلمین اور حکومت کا فرض

ایک ضروری انتباہ

وقت آگیا ہے کہ ہم حکومت سے صاف صاف دریافت کریں۔ کہ وہ مسلمانان پنجاب کے باہمی اختلافِ عقائد کو شدید نفرت دائمی عداوت اور فساد و خونریزی کا ذریعہ بنانے والے عنصر کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے کیا کارروائی کرنا چاہتی ہے۔ بدقسمتی سے اس امر کے امکانات روز بروز واضح تر ہو رہے ہیں۔ کہ اگر حکومت نے آبادی کے ایک خاص طبقہ کی ہنگامہ خیزی اور غوغا آرائی کے احتمال سے اس کی امن کش سرگرمیوں کو نہ روکا۔ اور مقتضیات عدل و انصاف کو سیاسی اغراض پر قربان کرنے کی روش سے پرہیز کر کے امن اور اصلاح احوال کے متعلق اپنے فرض منصبی کو پورا نہ کیا۔ تو مستقبل قریب میں پنجاب کی سرزمین ملک معظم کی مسلمان رعایا کے دو فرقوں کی باہمی آویزش کا ایک ایسا ہولناک منظر پیش کرے گی۔ جو نہ حکومت کے لئے خوشش آئندہ ہوگا۔ اور نہ رعایا کے لئے۔ اور اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ حکومت کی سہل روی اور مصلحت اندیشی کے سر ہوگی۔

مسلمانوں کا وہ تفرقہ انگیز طبقہ جو ایک مدت تک شیعہ دشمنی۔ حنفی و وہابی۔ دیوبندی و بریلوی۔ حنفی و چکڑالوی فرقہ ہائے اسلام کے فروعی اختلافات کو آپس کی سر پھٹول کا ذریعہ بنا کر ان میں باہمی نفرت و عداوت کا بیج بو چکا ہے اس نے اپنی جولانگاہ کے لئے اب ایک نیا میدان تلاش کیا ہے اور مجلس احرار کے نام سے احمدیوں کے خلاف ایک طرفہ جنگ کا ایک متحدہ محاذ قائم کر دیا ہے۔ اس جنگ کا مقصد وہی ہے جو اس سے پہلے مناقشات میں تھا یعنی "افتراق بین المسلمین" البتہ طریق جنگ اور محاذ میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ اس سے پہلے فریق مخالف کے مذہبی اعتقادات کو اپنے مذہبی اعتقادات کی روشنی میں پرکھا جاتا تھا۔ اب انہیں سیاسی اغراض کے ماتحت دیکھا بھالا جاتا ہے۔ پہلے مسلمات پر گفتگو ہوتی تھی۔ اب افتراء پردازی سے بعض بے بنیاد باتوں کو فریق مخالف کے ساتھ منسوب کر کے ان پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے اپنے ادعا کو قرآن کریم کے احکام احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ثابت کیا جاتا تھا۔ اور اب اس کے جواز میں اپنے سیاسی پیشواؤں کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی تاویلات پر اپنے مذہبی اعتقادات کی بنیاد رکھی جاتی ہے اس سے پہلے فریق مخالف کے مسلمہ اقوال و افکار پیش کر کے اسے ملزم کیا جاتا تھا۔ اب ہفوات عوام اور مجروح تحریرات پیش کر کے اُسے مطعون کیا جاتا ہے۔ پہلے مباحث کو سنجیدہ گفتگو اور ذمہ دارانہ طریق کے ساتھ علماء و فضلاء کے ذریعے طے کیا جاتا تھا۔ اور اب طعن و تشنیع۔ تمسخر و استہزا۔ سب و شتم کے ساتھ اوباش اور مجہول الاحوال لوگوں کے ذریعے طے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

المختصر یہ کہ پہلے شرافت۔ دیانت۔ صدق۔ رواداری نیکی اور مروت کو مقتضیات اخلاق سمجھ کر ان کی پابندی کو کم و بیش ملحوظ رکھنا مناسب سمجھا جاتا تھا۔ اور اب پرانے زمانے کی ان حد بندیوں کو لغو و لایعنی سمجھ کر ان کی زیادہ سے زیادہ خلاف ورزی کرنا موقع شناسی و مصلحت اندیشی سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اسلئے کہ اب مقابلہ شیعہ۔ سنی۔ اہل حدیث۔ یا اہل قرآن کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اب احمدیوں کے مقابل میں "احرار" ہیں"

وہ اور ہیں جو ہوتے ہیں اخلاق کے پابند
اخلاق کی پابندی سے آزاد ہیں "احرار"

گذشتہ چند سال سے پنجاب میں جماعت احمدیہ کے خلاف سیاسی و مذہبی طور پر احرار نے جس تحریک کا آغاز کر رکھا ہے اس کا سب سے نمایاں پہلو منافرت انگیزی ہے۔ جو تحریر و تقریر کے ذریعے نشر و اشاعت پا رہی ہے۔ "احرار" کے مبلغین صوبے کا دورہ کر کے سادہ لوح دیہاتیوں کے درمیان تقریریں کرتے ہیں۔ جن میں قادیان کے لوگوں پر احمدیوں کے مظالم، حکومت کی مفروضہ جانبداری حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مبینہ ہتک کا ذکر کر کے ان کے قومی اور مذہبی جذبات کو مشتعل کرتے ہیں۔ سنجیدہ مباحث سے پرہیز کر کے دور از کار تاویلات کے ذریعے عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ احمدی زمینداروں کے ساتھ قطع تعلق کرنے اور احمدی پیشہ وروں کو وہ بند کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ احرار کے لیڈر حکومت کے ساتھ احمدیوں کے وفادارانہ جذبات کو کاسہ لیسی سے تعبیر کر کے اس بہانے سے تعلیم یافتہ لوگوں کو احمدیوں سے بدظن کرنے میں مشغول ہیں۔ جملہ شعبہ ہائے کار میں عقائد کی بحث کو درمیان لا کر اپنے سیاسی مقاصد کی تکمیل میں سرگرم ہیں۔ اور پھر ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اشتہارات رسالوں (باقی صفحہ ۱۲)

قادیان میں ریل قرآن وحدیث کی لائن پر

از قلم حسن رہتاسی

ریل جونہی قادیاں میں آگئی
بول اٹھی دار الاماں میں آگئی

میں نے پوچھا۔ تو کہاں ؟ کہنے لگی
لو سنو۔ میرا بیاں میں آگئی

پہلے تو پہنچی بڑی سرکار میں
لوٹتے ہی قادیاں میں آگئی

آپ ہی اپنا اٹھا کر زادِ راہ
آب و آتش اور دُخاں میں آگئی

کالے کوسوں سے اٹھائے پیٹھ پر
کارواں در کارواں میں آگئی

ہند سے نکلی۔ ممالک غیر میں
پھر کے۔ پھر ہندوستاں میں آگئی

خیر یہ اک باتوں باتوں میں یونہی
بات تھی۔ جو درمیاں میں آگئی

کس طرح دشت وجبل کو چیرتی
پھاندتی دریا۔ رواں میں آگئی

بوجھ نے گو توڑ ڈالی تھی کمر
پھینک کر بارِ گراں میں آگئی

تھا کہیں ڈینجر کہیں تھا ڈیڈ سٹاپ
بچ کے سب خطروں سے ہاں میں آگئی

پیل ہو یا کرگدن۔ شیر و پلنگ
ڈر کے سب بھاگے۔ جہاں میں آگئی

غیر کے ہاتھوں میں ہے میری عناں
جس طرف موڑی وہاں میں آگئی

جب نظر آیا رُخِ زیبا مرا
بول اُٹھا خورد و کلاں میں آگئی

میرے گیسو کی درازی سب کہاں
کاکل و زلفِ بُتاں میں آگئی

یا سیاہی بھی علیٰ ہٰذا القیاس
کس کے کچھ وہم و گماں میں آگئی

میری نسبت تھا عشار عُطِّلَتْ
وہ بھی کہتی ہیں۔ کہ ہاں میں آگئی

اب اتر جائیگا اونٹوں کا نکاں
آگئی جب بے نکاں میں آگئی

جانتا ہے ہر شتر بچہ مجھے
مانتا ہے ساربان میں آگئی

میری آمد کا نوشتوں میں تھا ذکر
وقت کا بن کر نشاں میں آگئی

پوچھ لو یاجوج اور ماجوج سے
آگئی شعلہ فشاں میں آگئی

اب پڑھو قرآن میں وَالعٰدِیٰت
واں نہاں تھی یاں عیاں میں آگئی

دیکھ لو آتش بجاں میں آگئی
ہے گواہ سورۂ دُخاں میں آگئی

بہرِ تعمیلِ نفوسٌ زُوِّجَتْ
محملِ آرامِ جاں۔ میں آگئی

جب "خبر" میں آچکا ترکِ قلاص
سچ کہو۔ کیا رائگاں میں آگئی

تھا مقدر میں طوافِ قادیاں
دیکھ لو کرنے کو۔ یاں میں آگئی

مقبرہ کے پاس چلاتی ہوں میں
مہدیٔ آخر زماں میں آگئی

آگئی ہوں جانِ جاناں آگئی
آگئی ہاں مہرباں میں آگئی

دیدہ و دل فرشِ رہ کرتی ہوئی
تا بہ سنگِ آستاں۔ میں آگئی

سر کے بل چلتی ہوئی بہرِ نیاز
گہ رواں گاہے دواں میں آگئی

آپؑ کا الہام تھا فجٍّ عمیق
آگئے جب کارواں۔ میں آگئی

وقت سے پہلے میں آتی کسطرح ؟
وقتِ موعودہ پہ ہاں میں آگئی

جب ایازوں نے بلا بھیجا مجھے
عہدِ محمودِ جواں میں آگئی

آخرہٗ خیر" لک اُولیٰ سے تھی
بعثِ ثانی کا نشاں میں آگئی

دے دلا کر احمدیت کا پیام
ہر طرف سارے جہاں میں آگئی

جب سُنا میں نے یہاں ہیں اہلِ دل
صحبتِ صاحبدلاں میں آگئی

ایک دن دہلی میں چھوڑے تھے حسن
وہ وہیں تھے اور یہاں میں آگئی

آجکل سنتی ہوں رہتے ہیں یہاں
ان سے ملنے قادیاں میں آگئی

عرض کر دے انکی خدمت میں کوئی
شاعرِ "دار الاماں"۔ میں آگئی

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کی روایات

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سلسلہ کے نامور علماء میں سے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں نوجوانی کے عالم میں آئے - خدمت دین کے بہت بڑے موقع آپ کو ملے - اور ابتک تبلیغ سلسلہ میں ایک گرم جوش سپاہی کی طرح میدان میں ڈٹے ہیں رہیں نے ۱۹۱۹ء میں آپ کے ساتھ ایک لمبا تبلیغی سفر کیا تھا - حضرت مولوی صاحب ان دنوں میں اعصابی درد کے دورہ میں مبتلا تھے اور سخت تکلیف اٹھا رہے تھے - مگر تکلیف کی سخت سے سخت گھڑیوں میں بھی وہ تبلیغ سے نہ رکتے تھے - یہ شغف اور والہانہ جوش ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے ملا - الغرض حضرت مولوی صاحب کا مقام مجاہدین سلسلہ میں ایک بلند مقام ہے - میں نے آپ سے درخواست کی تھی - کہ الحکم کے خاص نامہ نگار کو وہ کچھ روایات لکھا دیا کریں - ان کی مصروفیتیں بہت زیادہ ہیں - تاہم انہوں نے میری درخواست کو منظور کر کے مجھے اس قابل کر دیا کہ میں آج کے نمبر میں کچھ روایات ان کی زبان سے شائع کر سکوں - جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں - (ایڈیٹر)

(۱)

ایک دفعہ حکیم محمد دین صاحب گوجرانوالیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک واقعہ بیان فرمایا - کہ امرتسر میں آپ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ کئی اور احباب بھی تھے - اور حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی ان اصحاب میں شمولیت کی سعادت رکھتا تھا - میاں نبی بخش صاحب رفوگر جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت ابتدائی صحابہ میں سے تھے - انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بمع آپ کے صحابہ کے دعوت طعام فرمائی - اور ساتھ ہی مولوی احمد اللہ صاحب جو مولوی صاحب کے استادوں میں سے تھے اور جنہوں نے باوجود علمائے مکفرین کے زور لینے استفتا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فتوئے تکفیر دینے اور دستخط کرنے سے انکار کیا ان کی دعوت بھی میاں نبی بخش صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کی - اور جب مدعوین میاں صاحب موصوف کے ہاں دعوت کے لئے تشریف لائے تو برموقعہ دعوت مولوی احمد اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک کلام منظوم کو پیش کر کے دریافت کیا - کہ اس کے متعلق اکثر علماء اعتراض کرتے ہیں - کہ یہ کلام اپنے اندر غلو رکھتا ہے - اور وہ ایک شعر ہے - جو حضور کی اس نظم کا ٹکڑا ہے جو فتح اسلام میں لکھی گئی ہے - اور وہ یہ ہے ؎

شان احمد را کہ داند - جز خداوند کریم
آں چناں از خود جدا شد - کز میاں افتاد میم

مولوی احمد اللہ صاحب نے عرض کیا - کہ اس شعر کا دوسرا مصرع جس میں یہ فرمایا گیا ہے - کہ آنحضرت اپنی ہستی سے الگ ہو گئے جیسے احمد سے میم (م) الگ کر دیا جاتے اور باقی احد رہ جائے اس کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے - کہ گویا کہ آپ خدا بن گئے - تو اس میم (م) کو بعض علماء بصورت غلو خیال کرتے ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب فرمایا -

اس کا وہ مطلب نہیں جو غلو کی شکایت کرنے والے معترض علماء سمجھتے ہیں - بلکہ اس کا یہ مطلب ہے - کہ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بے نفسی اور شان عبودیت میں احد یعنی یگانہ اور یکتا ہے - اور جس شان کی عبودیت اور بے نفسی کا نمونہ آپ نے دکھایا اس کی نظیر اور کسی جگہ نہیں ملتی - تو احد سے میم (م) کی علیحدگی سے احد کے پائے جانے کا مطلب صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی جان عبودیت کی بے نظیری اور یکتائی کے لحاظ سے پیش کیا گیا ہے اور یہ امر اہل اسلام میں سے کسی کے نزدیک قابل اعتراض نہیں -

اس جواب کو سنکر مولوی احمد اللہ صاحب بہت خوش ہو گئے - اور خود اس معنے اور مفہوم کے ساتھ اتفاق ظاہر کیا - کہ اس معنے کے لحاظ سے یہ کلام بالکل بجا اور درست ہے -

(۲)

ایک دفعہ سید فضل شاہ صاحب نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی تھے مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر کے سلسلہ میں بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیر اور مرید کے تعلقات کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرمایا - کہ

مرید کو پیر کے رنگ میں پورے طور پر رنگین ہونا چاہیئے - جب تک مرید اپنے پیر کا کامل طور پر رنگ اختیار نہیں کرتا - تب تک وہ کامل نہیں ہو سکتا - اور کامل رنگ کامل ارادت اور کامل اتباع اور کامل اطاعت سے حاصل ہو سکتا ہے - پھر اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمثیلاً ایک حکایت بیان فرمائی - اور فرمایا کہ -

ایک پیر کی خدمت میں دو شخص مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے - پیر صاحب نے ان دونوں سے دریافت فرمایا - کہ تم کبھی کسی پر اپنی عمر میں عاشق بھی ہوئے ہو - تو دونوں نے اثبات میں عرض کیا کہ تب انہوں نے فرمایا - کہ تم اپنی اپنی داستان عشق کو بیان کرو - تب ایک شخص نے بیان کیا - کہ میں تو ایک ادنیٰ قوم جیسے کہ چوڑھے چمار ہوتے ہیں ان کی ایک لڑکی پر عاشق ہوا تھا - اور ان کی لڑکی کو دیکھنے کے لئے اور اس کی ملاقات کے لئے کوشش کرتا اور لگا رہتا تھا جب بھی موقعہ ملتا ان کے ہاں جا نکلتا - کچھ دنوں کے بعد ان کو معلوم ہو گیا - کہ یہ ہماری لڑکی کے لئے ادھر آتا ہے تب انہوں نے مجھے آنے سے روکا - کہ تم ادھر نہ آیا کرو - لیکن میں ان کے کہنے سے نہ رکا - تب انہوں نے ایک دفعہ گالیاں دیں - اور کچھ مار پیٹ بھی کی - جس کا لوگوں کو بھی علم ہو گیا - کہ میرے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے اس کے بعد میں نے اس مار پیٹ کی وجہ سے اور ان کی گالیاں دینا اور بے عزتی کرنا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں اس لڑکی کے عشق سے باز آ گیا - اور اس خیال کو ترک کر دیا - اس کے بعد میں اس طرف کبھی نہ گیا - پس میری داستان عشق اس قدر ہے - دوسرے نے عرض کیا - کہ حضرت میں ایک ہندو راجہ کی لڑکی جو اپنے محل پر ایک روزن (یعنی دریچہ) سے سر باہر نکالے ہوئے جھانک رہی تھی - اس کا خوبصورت اور حسین جمیل چہرہ میرے دل پر ایسا اثر انداز ہوا - کہ جس سے میرے دل میں راجہ کی لڑکی کے ساتھ عاشقانہ خیالات پیدا ہو گئے - جسکی وجہ سے میں اس کے بعد اس لڑکی کے دیدار کے لئے راجہ کے محل کی طرف چلا جاتا کچھ عرصہ تک میرے جانے کا سلسلہ عام لوگوں کو معلوم نہ ہو سکا - لیکن جب میرا جانا بوجہ غلبہ محبت اور شوق دیدار کے بڑھ گیا - تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اس شخص کا راجہ کے محل کی طرف روزانہ آکر چکر لگانے میں کوئی خاص مقصد ہے - اور رفتہ رفتہ پھر ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہو گیا - کہ یہ شخص راجہ کی لڑکی پر فریفتہ ہے اور اس کو دیکھنے کے لئے آتا ہے - ہوتے ہوتے یہ خبر تمام شہر اندر شہر کے سب محلوں میں پھیل گئی - وہ لڑکی جوان تھی - اور باہر بت خانہ تھا - اکثر بتوں کی پوجا کے لئے وہاں بھی جایا کرتی تھی - جب وہ لڑکی باہر جانے لگے خواہ کہیں بھی جانے لگے تو یہ عاشق آگے پیچھے دائیں بائیں جیسا بھی اسکو موقعہ ملتا - اس کو دیکھنے کے لئے کوشش کرتا - حتیٰ کہ راجہ صاحب اور لڑکی کو بھی معلوم ہو گیا - کہ ایک مسلمان لڑکا فلاں لڑکی پر عاشق ہے - اس کے بعد راجہ نے اپنی بے عزتی سمجھتے ہوئے لڑکی کو روکا - کہ وہ کہیں باہر دن کو نہ نکلا کرے - اور اگر پوجا پاٹ کے لئے بھی جانا چاہیں - تو رات کے کسی حصہ میں جا یا کریں - اب اس بات پر ایک عرصہ گزر گیا - اور اس کے عشق کی خوب شہرت ہو گئی - اس شہرت کے بعد راجہ صاحب کی

طرف سے سپاہیوں کو حکم دیا گیا۔ کہ جب وہ شخص محل کی طرف آئے۔ اسکو منع کر دیا جائے۔ کہ وہ ادھر نہ آئے۔ لیکن میرا یہ حال تھا۔ کہ میں وہاں جانے سے نہ رک سکتا۔ اور باوجود روکنے کے چلا جاتا۔ میرے نہ رکنے پر کئی دفعہ مجھے سپاہیوں نے مغلظات بھی سنائیں۔ اور گالیاں بھی دیں۔ اور پھر مارا پیٹا بھی اور سختی سے میرے ساتھ سلوک کیا۔ یہاں تک کہ زدوکوب اور مارپیٹ سے مجھے بہت زخمی کر دیا گیا۔ اور اتنا مجھے مارا پیٹا گیا۔ کہ میں شدت تکلیف کی وجہ سے بیہوش ہو جاتا۔ لیکن جب ہوش میں آتا تو میری زبان پر میری محبوبہ کا نام اور اس کے دیدار اور وصال کی تمنا کا اظہار ہوتا۔ میرے ان حالات کی خبر محل والوں اور راجہ کی بیوی کو اور اس میری معشوقہ لڑکی کو بھی پہنچتی رہتی تھی۔ جس کا اثر اندر ہی اندر لڑکی کے قلب پر بھی اس حد تک ہوا۔ کہ میری محبت اس کے دل میں بھی شدت کے ساتھ پیدا ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اس کے دل میں بھی میری ملاقات کی خواہش اور تمنا پیدا ہو گئی۔ چنانچہ جب میں نے یہ سنا کہ وہ باہر رات کے کسی حصہ میں بت خانہ پوجا کے لئے جاتی ہے۔ تو میں نے اس کے ملنے کے لئے یہ ڈھب نکالا۔ کہ میں نے اپنی پیشانی پر تلک لگا لیا۔ اور ہندو کی ہر ایک علامت جو بظاہر ہی معلوم دیتی تھی۔ کہ مجھے دیکھنے والا ہندو ہی معلوم کر سکے۔ میں نے ساری صورت اختیار کر لی۔ اس کے بعد میں بت خانہ کا جو برہمن تھا۔ اور جس کے ہاتھ میں بتوں کی پوجا پاٹ کا سارا انتظام تھا۔ اس کی خدمت میں جا پہنچا۔ اور جا کر عرض کیا۔ کہ میں نے اس بت خانہ کے لئے آج کی ساری رات بطور منت کے مانی ہے۔ اس لئے آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ میں آج ساری رات بت خانہ میں گزار سکوں۔ اور اگر پوجا پاٹ کرنے اور کرانے کے متعلق کوئی خدمت آپ کے سپرد ہو۔ تو وہ بھی میرے سپرد کر دیں۔ میں خوشی سے بجا لاؤنگا۔ اس نے میری اس عرض کو خوشی سے قبول کر لیا۔ تب میں نے اس اپنی ہندو معشوقہ کے عشق میں ہندو بن کر بت خانہ میں داخل ہونے کی راہ اختیار کی۔ محض اس خیال سے کہ شاید میری وہ محبوبہ رات کے کسی حصہ میں آنے پر مجھے مل سکے۔ اور میں اس کے روبرو ہو کر اپنے دل کا ماجرہ پیش کر کے اپنی دلی تمنا پیش کر سکوں۔ چنانچہ میں بتخانہ کے ایک گوشہ میں انتظار معشوقہ چپکے سے بیٹھ رہا۔ انتظار کرتے کرتے رات کے ایک حصہ کے گزر جانے کے بعد وہ اپنی خادمات کے ساتھ بت خانہ میں آ گئی۔ اور مجھے بت خانہ کا منتظم سمجھ کر میری طرف متوجہ ہوئی۔ تب میں نے فوراً اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس کی خادمات کو بت خانہ کے باہر ٹھہرنے کے لئے کہا کہ تم باہر ٹھیرو۔ اور ہر ایک الگ الگ ان ٹھاکروں کی پوجا پاٹ کے لئے ہوتی جائے۔ چنانچہ خادمات باہر ٹھیریں۔ اور راجہ کی لڑکی جو میری معشوقہ تھی اس کو تنہائی میں پا کر اسکے سامنے نہایت ہی دردمند دل کے ساتھ ماجرہ سنانے کے لئے متوجہ ہوا۔ اور سب سے پہلے میں نے اس سے عرض کیا۔ کہ کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ میں کون ہوں۔ میں آپ کا وہی بدنام عاشق ہوں۔ جو اگرچہ مسلمان ہوں لیکن ہندو معشوقہ کے عشق میں مجھے ہندو بننا پڑا۔ جب میرے منہ سے اس نے یہ بات سنی تو وہ بھی پھوٹ پڑی اور اشکبار آنکھوں سے مجھ سے بولی کہ اگر آپ میرے لئے ہندو بنتے ہیں تو میں مسلمان بنتی ہوں۔ آپ مجھے اپنا سمجھتے ہیں۔ میں ویسا آپ کو اپنا محبوب سمجھتی ہوں۔ اب آپ جا کر اطمینان فرما دیں اور کل پرسوں تک میرے عشق کی داستان ایثار اور قربانی کے مضمون میں اپنے کانوں سے سنیں۔ کہ میری طرف سے عاشقانہ جذبات کا کس رنگ میں اظہار ہوتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکا ...... رات کے حصے میں ان کو وہ خلوت نصیب گھڑیاں نصیب ہوئیں۔ جب وہ واپس چلی گئی تو عاشق بھی وہاں سے پوشیدہ طور سے نکل گئے۔ اس لڑکی نے والدین سے کہا۔ کہ جس کے پیچھے میں بدنام اور میرے والدین بدنام ہوئے۔ اور وہ شخص خود بھی میرے عشق میں مبتلا ہو کر بدنام ہوا ہے۔ میرا نکاح اگر کیا جائے تو اس کے ساتھ ہی کیا جائے۔ اس کے سوا میں کسی اور کے ساتھ ہرگز نہیں کرنا چاہتی۔ یہ بات سنتے ہی والدین غیظ و غضب سے بھر گئے۔ اور غصہ سے جوش میں آ کر اسکو سخت ملامت کرنے لگے۔ کہ یہ ناممکن اور بالکل محال ہے۔ کہ ہم تیرا نکاح ایک غیر مذہب کے آدمی سے جو ہماری حیثیت کے مقابل میں بالکل ذلیل اور حقیر ہے کریں اسمیں تو ہماری سخت توہین اور ہتک ہے۔ اس نے کہا میرا مذہب وہی ہے جو میرے عاشق کا ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو میں بھی مسلمان ہی ہوں۔ اس بات پر لڑکی کے والدین اور بھی جوش غضب میں مشتعل ہو گئے اور انہوں نے بہت ہی سختی کے ساتھ مایوس کن الفاظ میں انکار پر انکار کیا۔ اس کے بعد کچھ تھوڑا سا وقت گزرا تو لڑکی نے موقعہ پا کر اپنے آپ کو اونچی محل سے نیچے گرا دیا اور گرتے ہی جان بحق ہو گئی۔ اس کے بعد میری یہ حالت ہوئی۔ کہ اس فانی دنیا کا منظر مجھے سخت بھیانک محسوس ہوا۔ اور دل میں شدت کے ساتھ یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ جس خدا کے پاس اس کی روح پہنچی ہے۔ اس کا راستہ تلاش کرنا چاہئے۔ سو مجھے آپ کے پاس یہی خیال لایا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

ان دونوں شخصوں کی یہ داستان عشق سنکر پیر صاحب نے پہلے شخص سے فرمایا۔ کہ میں آپ کی بیعت نہیں لے سکتا۔ اس لئے کہ مجھے ایسا شخص تعلقات ارادت کے لئے نہیں چاہئے۔ کہ اگر میرے لئے اور میرے پیچھے کوئی ملامت کرے اور اسے گالیاں دے اور اسے مارے پیٹے تو ان کی طرح ملامتوں اور مارپیٹ کی تکالیف سے ڈر کر بھاگ جانے والا ہو اور تعلقات کو توڑنے والا ہو۔ اس لئے میں آپ کی بیعت لینے سے اپنے اندر انقباض محسوس کرتا ہوں۔ جس کی بناء پر آپ مجھے بیعت لینے کے لئے نہ کہیں۔ اور دوسرے سے فرمایا۔ کہ میں خوشی سے آپ کی بیعت لینے کے لئے تیار ہوں۔ اس لئے کہ سلوک کی راہ میں مجھے ایسا ہی مرید چاہیئے۔ جیسے کہ آپ ہیں۔ کہ اگر میری راہ میں آپکو لوگ ملامتیں کریں۔ اور ماریں اور پیٹیں تو بھی تعلقات کو قائم رکھیں اور اطاعت و اتباع میں ایسا کامل نمونہ دکھانے والے مجھے چاہیئے جیسا کہ آپ نے اپنی معشوقہ کے عشق کی راہ میں دکھایا۔ پس جو شخص مرید ہو کر اپنے پیر کی راہ میں فدا نہیں ہو جاتا اور ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار نہیں ہوتا اور مصائب اور مشکلات دریاؤں اور جنگلوں کو انشراح صدر سے عبور نہیں کرتا اور اس کی اطاعت اور اتباع سے اپنے تئیں پیر کے رنگ میں رنگین نہیں کرتا وہ اس قابل نہیں ہے۔ کہ وہ تعلقات ارادت کو قائم کرنے کے لئے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔

آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ ہمیں بھی بیعت کرنے والے مرید ایسے ہی چاہئیں۔ جو اس راہ میں اور اس راہِ سلوک میں جس پر خدا نے ہمیں قائم کیا ہے قربانی کا ایسا ہی نمونہ دکھائیں جیسا کہ اس دوسرے عاشق نے دکھایا جو راجہ کی لڑکی پر عاشق ہوا تھا۔

جناب قاضی محمد عبد اللہ صاحب بھٹی کی روایات

جناب قاضی محمد عبد اللہ صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے عرصہ تک ہیڈ ماسٹر رہے ہیں۔ پھر لنڈن میں انچارج مشنری بھی رہے ہیں۔ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ قادیان میں آئے۔ اور حضرتؑ کی صحبت سے حصہ پایا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب پرانے صحابی تھے۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب ۱۸۸۵ء میں پہلی دفعہ حضرتؑ کے حضور حاضر ہوئے۔ ان کی بیعت مارچ ۱۸۸۹ء کی ہے۔ حضرتؑ ان ایام میں لدھیانہ میں مقیم تھے۔ قاضی صاحب قادیان سے ہو کر لودھیانے میں گئے۔ قاضی صاحب نے وہیں بیعت کی۔ آپؓ کی بیعت کا نمبر ۴۱ (چالیس ا) تھا۔

بیعت کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی اور فرمایا۔ کہ قاضی صاحب میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے سامنے خطرناک ابتلاء پیش ہیں۔ قاضی عبد اللہ صاحب کی والدہ صاحبہ کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تعزیت کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جس کی تاریخ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء ہے۔

قاضی محمد عبد اللہ صاحب اپنے والد کے ساتھ بغرض حصول تعلیم مارچ ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے۔ اور چھٹی جماعت میں داخل ہوئے۔

قاضی صاحب نے صحبت کا لمبا عرصہ پایا چونکہ وہ زمانہ طالب علمی کا تھا اس لئے زیادہ روایات یاد نہ رکھ سکے۔ تاہم بہت کچھ اس زمانے کے متعلق آپ کے ذہن میں نقشہ موجود ہے۔ آج جو روایات میں درج کر رہا ہوں۔ یہ آپ نے ۲۰ اپریل ۱۹۳۱ء کو ایک ذکر حبیب کی مجلس میں بیان کی تھیں اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے سردار مصباح الدین صاحب کو جنہوں نے ایک عرصہ تک مجلس قائم رکھی اور بہت سے صحابیوں سے لیکر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیر مطبوع ملفوظات

اس عنوان کے ماتحت وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غیر مطبوع ملفوظات شائع ہوا کریں گے (انشاء اللہ العزیز) کبھی تو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پرانی غیر مطبوع تحریروں میں سے ہوا کریں گے۔ اور کبھی آپ کی غیر مطبوع تقریروں میں سے۔ اللہ تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ میں اس خدمت کو سرانجام دے سکوں۔ (آمین) (عرفانی)

رحمتِ حق ہم چو شیرِ مادر است

"آنکہ از خوف حق گریہ کند در آتش داخل نشود تا آنکہ شیر دگر بار بہ پستان رود"

(نوٹ از مرتب) مندرجہ بالا کلام آپ نے ایک کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالےٰ سے گریہ کرتا ہے۔ وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ ماں کی پستان میں دوبارہ دودھ داخل ہو جائے۔ اس میں آپ نے یہ بتایا ہے۔ کہ رحمت حق ماں کے دودھ کی طرح ہے۔ ہر ایک شخص اپنے فہم اور مذاق کے موافق اس معرفت سے حصہ لے سکتا ہے۔ آپ نے اس میں انسان کو توجہ دلائی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا خوف جو خشیت اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ انسان کے لئے دروازہائے رحمت کھول دیتا ہے۔ اور اس خشوع اور خضوع کی حالت میں اس کے اشک ہائے ندامت آتش دوزخ کو بجھا دیتے ہیں۔ نیز اس میں انسان کے قلب کو پر امید بنایا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی رحمت کی مثال شیر مادر کی ہے۔

ایمان کا کمال جہاد سے ظاہر ہوتا ہے

حضرت اقدس نے ایک مسودہ میں لکھا ہے کہ:۔

"کسے کہ ملاقات کند خدا را بے نشانے از جہاد۔ ملاقات مے کند خدا را حالانکہ در دین وے رخنہ است"

(نوٹ از مرتب) یعنی جو شخص خدا تعالےٰ سے ایسی حالت میں امید لقاء رکھتا ہے۔ کہ اس کے اعمال میں جہاد فی سبیل اللہ کا کوئی اثر اور نشان نہیں ہے۔ وہ بخیال خویش خدا تعالیٰ کی لقاء کا امیدوار ہے لیکن اس کے دین میں رخنہ ہے۔ اس میں حضور نے مومن کو توجہ دلائی ہے۔ کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ایک ایسی شے ہے۔ جو انسان کے دین اور ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اپنے اعمال سے اس اثر اور نشان کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے۔

ذکر حبیب کو محفوظ کرنے کی کوشش کی (ایڈیٹر)

(۱)

میری ہمشیرہ کی وفات پر تعزیت

سنہ ۱۹۰۰ء میں میں قادیان آیا اسی سال میری بڑی ہمشیرہ فوت ہوگئی۔ والد صاحب نے مجھے ایک خط لکھا۔ اس میں ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کا بھی لکھا تھا۔ میں نے لے جا کر پیش کیا۔ تو حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہاری کتنی بہنیں ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ تین۔ پھر فرمایا کہ کہاں کہاں بیاہی ہوئی ہیں۔ میں نے تفصیل عرض کی۔ فرمایا اچھا اب دو بہنیں ہیں۔ پھر فرمایا "سب نے مرنا ہے۔ اچھا میں قاضی صاحب کو خود خط لکھونگا۔" اس طرح سے حضور نے میرے ساتھ بھی تعزیت فرمائی اور میرے والد صاحب سے بھی۔

(۲)

حضور کے اعلیٰ اخلاق کی ایک بات

میری ایک ہمشیرہ جسکا نام امۃ الرحمان ہے حضرت ہی کے گھر میں رہتی تھی۔ میں کبھی کبھی اسے ملنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ سیڑھیوں کے پاس ہی راستہ تھا۔ میں وہاں کھڑے ہو کر آواز دیتا۔ بہین جی۔ کبھی وہ سنکر آجاتیں۔ اور کبھی کوئی اور جواب دیتا۔ کبھی ایسا ہوتا۔ کہ کوئی وہاں نہ ہوتا۔ تو کوئی جواب نہ دیتا۔ حضرت اقدس جو برامدے میں ٹہل رہے ہوتے تشریف لے آتے اور پھر امۃ الرحمان کو بلاتے۔ اور فرماتے امۃ الرحمان تمہارے بھائی آئے ہیں۔ باوجود اس کے کہ میں بچہ تھا حضور تو کا لفظ نہیں استعمال فرماتے تھے

(۳)

مسجد کی دیوار کی بندش کے ایام میں

جن ایام میں مسجد مبارک کے نیچے دیوار چن دی گئی تھی مہمانوں اور طلباء کو مسجد میں آنے کے لئے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اور چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔ حضور نے اس تکلیف کا احساس فرماتے ہوئے گول کمرے کے دروازے کھول دئے تھے۔ تا لوگ وہاں سے گزر جایا کریں۔ اور ان کو تکلیف نہ ہو۔

(۴)

حضور کی خدمت

ہم بچوں میں بھی حضور کی خدمت کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ میں اور مرحوم ملک احمد حسین صاحب بیرسٹر نے ارادہ کیا۔ کہ ہم حضرت کو دباتے رہیں گے۔ چنانچہ ہم دبانے لگے۔ اور دیر تک دباتے رہے۔ جب حضرت کو خیال آیا کہ بہت دیر ہوگئی ہے۔ تو فرمایا اب تم جاؤ۔ ہم نے کہا کہ نہیں حضور ہم ٹھیریں گے۔ مگر حضور نے ہم کو بھیج ہی دیا

(۵)

ابتدائی ایام

ان ایام میں حضور احباب کے ساتھ دوپہر کا کھانا بیت الفکر میں اور شام کا کھانا مسجد کی چھت پر تناول فرمایا کرتے تھے۔ مسجد مبارک چھوٹی تھی۔ مغرب کے بعد اس کے شاہ نشین پر حضور بیٹھ جایا کرتے تھے۔ وہ شاہ نشین مغرب کی سمت تھا۔ احباب ارد گرد حلقہ کر کے بیٹھ جاتے۔ اور حضور ایمان پرور باتیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ باتیں مختلف امور کے متعلق ہوا کرتی تھیں۔

(۶)

ایک سوالی

انہی ایام میں ایک شخص آیا اور اس نے تین سو روپیہ کا سوال کیا۔ اور اس پر بڑا زور دیا۔ اور قرآن شریف لے کر حضور کے زانوں پر رکھ دیا۔ فرمایا۔ فرمایا ہم اس طرح نہیں دے سکتے۔ فرمایا۔ کہ آپ لوگ قرآن کریم اٹھانا جانتے ہیں۔ اور ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ تم ہی بتاؤ دو بیمار ہوں ایک سخت اور دوسرا معمولی۔ تو اب اسکو زیادہ ضرورت ہوگی جس کی جان جاتی ہو یا دوسرے کو مگر اس نے پھر

مکتوبات احمدیہ

میں اسی اشاعت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کا سلسلہ پھر شروع کرتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ سلسلہ برابر جاری رکھ سکوں۔ میں یہ وعدہ نہیں کرتا۔ کہ ہر ہفتہ یہ عنوان قائم رہیگا۔ لیکن ہاں کم از کم مہینے میں ایک بار یا دو بار اس عنوان کے نیچے بعض مکتوبات شائع ہوتے رہیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

جن احباب کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوئی مکتوب ہوں۔ وہ ازراہ کرم اسکی نقل بھیج دیں۔ تاکہ شائع ہو کر محفوظ ہو جاویں۔ آج میں صاحبزادہ سراج الحق جمالی نعمانی رضی اللہ عنہ کے نام کے بعض مکتوب درج کر رہا ہوں۔ صاحبزادہ سراج الحق ہندوستان کے ایک مشہور مشائخ خاندان کے واجب الاحترام بزرگ تھے۔ حضرت چہار قطب ہانسوی کے خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ اسی لئے نعمانی کہلاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور وہ ۱۸۸۲ء کے قریب سے آنے لگے۔ اور اس وقت وہ عہد شباب میں تھے۔ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے آغاز جوانی ہی میں اپنی طرف کھینچا اور باوجود خود پیر ہونے کے وہ اپنے قلب کو بے اطمینان پاتے تھے۔ اور طلب صادق انہیں قادیان لے آئی۔ میں اس وقت ان کے حالات زندگی نہیں لکھ رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو کچھ لکھونگا ورنہ جسے توفیق ملے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہیں بہت محبت و اخلاص تھا۔ اور حضرت اقدس بھی ان کے اخلاص کی قدر فرماتے تھے۔ وہ زمانہ تنہائی اور تخلیہ کا تھا۔ تعلق رکھنے والوں کی تعداد بہت ہی کم بلکہ انگلیوں پر گنی جاتی تھی۔ ایسے زمانہ میں حضرت کو شناخت کرنا بہت بڑا مجاہدہ اور فراست صحیحہ کا نشان تھا۔ صاحبزادہ صاحب اولون السابقون میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقتاً فوقتاً جو مکتوب صاحبزادہ صاحب کو لکھے۔ ان میں سے بعض میں آج درج کرتا ہوں۔ ان کے نام کے کچھ خطوط میرے پاس ہیں۔ جو تمام و کمال انشاء اللہ العزیز مختلف اشاعتوں میں شائع کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہر ایک خط کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی سے شروع کرتے۔ کبھی صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھتے۔ مگر یہ بہت کم ہوتا۔ اور اپنے نام کے ساتھ آخر میں کبھی خاکسار میرزا غلام احمدؐ لکھتے۔ کبھی خاکسار غلام احمد عفی عنہ تحریر فرماتے۔ مخاطب کو ہمیشہ عزت و اکرام سے خطاب فرماتے۔ یہ آپ کے اعلیٰ اخلاق کا ایک کرشمہ تھا۔

بہر حال اب میں کسی لمبی تمہید کے بغیر مکتوبات کو درج کرتا ہوں۔ ان خطوط کی تاریخ سے اس عہد کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ کہ جماعت کن مرحلوں سے گذر رہی تھی۔ (عرفانی نزیل سکندرآباد دکن)

"حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق جمالی نعمانی رضی اللہ عنہ کے نام"

(۱)

(یہ مکتوب ناقص ہے کچھ حصہ کاغذات میں مل گیا ہے عرفانی)

آپ کی تشریف آوری کا انتظار ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کی ملاقات نصیب کرے۔ مولوی عبدالکریمؓ صاحب اور عرب صاحب اس جگہ ہیں۔ اور آپ کے منتظر ہیں۔ اور منشی محمد اعظم صاحب کا خط بھی میں نے پڑھ لیا۔ اور ان کے حق میں دعا کی گئی۔ ان کو اطلاع دیں۔ اور کہہ دیں۔ کہ استغفار بہت پڑھیں۔ اور ہر نماز کے بعد کم از کم گیارہ دفعہ لاحول پڑھا کریں۔ والسلام۔

(خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۴ر ستمبر ۱۸۹۰ء)

(۲)

سفر میں روزہ کا حکم

از عاجز عایذ باللہ الصمد غلام احمد

بخدمت اخویم مخدوم و مکرم صاحبزادہ سراج الحق صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل ایک خط خدمت میں روانہ کر چکا ہوں۔ مگر آپ کے سوال کا جواب رہ گیا تھا سو اب لکھتا ہوں۔ علماء اس سوال کے جواب میں اختلاف میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان کنتم مرضی او علی سفر فعدۃ من ایام اخر — یعنی اگر تم مریض ہو۔ یا کسی سفر قلیل یا کثیر پر ہو تو اس قدر روزے اور دنوں میں رکھ لو۔ سو اللہ تعالیٰ نے سفر کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ اور نہ احادیث نبوی میں حد پائی جاتی ہے۔ بلکہ محاورہ عام میں جس قدر مسافت کا نام سفر رکھتے ہیں۔ وہی سفر ہے ایک منزل جو کم حرکت ہو اسکو سفر نہیں کہا جاتا۔ والسلام

عاجز غلام احمد عفی عنہ ۲۱ر جون ۱۸۸۵ء

(۳)

مکرمی مجی اخویم صاحبزادہ سراج الحق صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مجھ کو قادیان میں ملا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس نواح میں اشاعت حق کے لئے بڑی سرگرمی سے کرتے ہونگے۔ لیکن ترتب اثر وقت پر موقوف ہے۔ آپ نے جو ایک انسپکٹر کے نام جیند میں کتاب روانہ کرائی تھی۔ وہ شخص بڑی کراہت کے ساتھ کتاب لینے سے انکار کر گیا۔ اور کتاب واپس آئی۔ آئندہ آپ کو اگر کوئی شخص خریداری کتاب کا شوق ظاہر کرے۔ تو اول خوب آزما لینا چاہیئے۔ کہ آیا فی الواقع سچے دل سے خریدنے کے لئے مستعد ہے یا صرف لاف و گزاف کے طور پر بات کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ آج کل لوگوں کے دلوں میں سخت کینہ پیدا ہو رہا ہے۔ اور بجائے اخلاص کے بغض و عداوت میں ترقی کر رہے ہیں۔

آپ کی ملاقات کا بہت شوق ہے۔ دیکھئے کب میسر آتی ہے۔ امید ہے کہ تا دم ملاقات اپنی خیر و عافیت سے مطمئن و مسرور فرماتے رہیں گے باقی خیریت ہے۔ والسلام

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان۔ ضلع گورداسپور

۲۶ر نومبر ۱۸۹۱ء

پھر بھی اصرار کیا۔

قاضی صاحب کہتے ہیں۔ مجھے یاد نہیں رہا کہ پھر حضور اسے کچھ دیا یا نہیں۔

(۷)

پرافٹ آف گاڈ

حضرت مفتی صاحب انگریزی اخبارات کے واقعات حضور کی مجلس میں سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک امریکہ کا اخبار سنایا۔ جس نے ڈوئی کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کیا۔ جب حضور نے یہ بات سنی تو اسی وقت اس کو چیلنج بھیجا۔ اور اس چیلنج کے آخر میں اپنے متعلق لکھوایا۔ "پرافٹ آف گاڈ"۔

حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ دعا کے ساتھ تدبیر بھی کرنی چاہیئے۔ روشنی کے لئے دعا کرنے کے علاوہ کھڑکی بھی کھول دی جائے۔

ایک دفعہ فرمایا۔ کہ اگر بیٹھا ہوا انسان کہے کہ میرے کان میں آواز نہ آئے۔ تو اسے چاہیئے۔ کہ وہ کھڑکی کو بھی بند کر دے۔ (باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ اولین کے تاثرات

وقتاً فوقتاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر اور سابقون الاولون صحابہ کے تاثرات کا ذکر بھی "الحکم" میں ہوتا رہیگا۔ (انشاء اللہ) جس سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ اونہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں کیا پایا اور کیا کھویا۔ ان کی زندگیوں میں غفلت اور سستی نابود ہوگئی۔ اور خدا تعالےٰ کی محبت اور معرفت میں ان کے قلوب بھر گئے۔ اور آنکھیں روشن ہوگئیں۔ میں ان مخلص اور جلیل القدر صحابہ کے ایسے تاثرات کا نہایت ان کی بچھڑی ہوئی صحبتوں کو یاد رکھنے کے لئے اور بعد میں آنے والی نسلوں کے دلوں میں ان کے لئے محبت و اخلاص کے جذبات پیدا کرنے کے لئے اس ذکر لذیذ کو چھیڑ رہا ہوں۔ وباللہ توفیق

(عرفانی)

حضرت مخدوم الملۃ رضی اللہ عنہ کے تاثرات

(۱)

فرمایا:- میں تو وہی **نسخہ** اور **اصول** بتاتا ہوں۔ جس نے مجھے شفا دی ہے۔ میں نے قرآن بھی پڑھا تھا۔ مولانا مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ صاحب کے طفیل سے حدیث کا بھی شوق ہوگیا تھا۔ گھر میں صوفیوں کی کتابیں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ مگر ایمان میں وہ روشنی وہ نور معرفت میں وہ ترقی نہ تھی جو اب ہے۔ اس لئے میں اپنے دوستوں کو اپنے تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں۔ کہ یاد رکھو اس **خلیفۃ اللہ** کے دیکھنے کے بدوں **صحابہ** کا سا زندہ **ایمان** نہیں مل سکتا۔ اس کے پاس رہنے سے تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ وہ کیسے موقع موقع پر **خدا کی وحی سناتا ہے**۔ اور وہ پوری ہوتی ہے۔ تو رُوح میں ایک محبت اور اخلاص کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔ جو ایمان کے پودے کی آبپاشی کرتا ہے۔ (۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء)

(۲)

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اور یاد رکھو میں پورے شعور اور خدا تعالےٰ کو حاضر ناضر سمجھ کر **قسم** کھاتا ہوں۔ بیوقوفوں اور سفلوں کی طرح نہیں کہ میں جو اس پاک انسان کے پاس بیٹھا ہوں۔ وہ ایک چیز ہے جس نے میری روح کو **ذوق** اور **لذت** سے معمور کر دیا ہے۔ وہ بات یہی ہے۔ کہ اس پاک وجود میں خدا تعالےٰ کے پاک دین۔ اسکی سچی اور مہیمن کتاب اس کے کامل اور **خاتم النبیین** رسول کے لئے ایک بے نظیر **غیرت** پاتا ہوں۔ ہاں یہی عشق اور محبت کی چنگاری ہے۔ جس نے میرے سینہ کو منور کر دیا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس دل میں اس نے کہاں تک ترقی پائی ہے۔ مجھے بھی بحیثیت ایک مسلمان کے بلکہ ایک محقق مسلمان کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی **محبت** اور سچا **عشق** ہے۔ کتاب مجید کے ساتھ ایک دلچسپی اور اس کے لئے میرے دل میں ایک خاص قدر ہے۔ اور نہایت **عزت** ہے۔ مگر میں نے خوب خوب اندازہ کرکے دیکھ لیا ہے۔ اور اب میں پوری **بصیرت** کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ **ایک بھی دل نہیں جو ایسا سوز اور عشق رکھتا ہو۔ جو میرے آقا میرے ہادی و پیشوا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دل کو ہے**۔ دین کی نصرت اعلاء کلمۃ الاسلام کے لئے وہ کیا کیا بے آرامیاں سہتا اور دکھ اٹھاتا ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ مگر ایک ان تھک محنت اور کوشش کے ساتھ اس میدان میں اگر کوئی دوڑ رہا ہے۔ تو وہ وہی ہے۔ جسکو خدا نے اپنے ہاتھ سے مسیح بنا کر بھیجا ہے۔ اور وہی ہے۔ جو تم میں سے ایک انسان ہے۔

ایڈیٹر صاحب "نور" کا گورمکھی ترجمہ
اور
سردار بھنگ سنگھ صاحب لوکل منیجر محکمہ بجلی قادیان

محترمی سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر "نور" نے قرآن کریم کا جو گورمکھی ترجمہ کیا ہے۔ اس نے سکھوں ہندوؤں میں خاص قبولیت حاصل کی ہے۔ بارہا سکھ ودوانوں کی طرف سے زبردست طور پر اس کا اعتراف بھی ہوتا رہا ہے۔ آج کل قادیان میں محکمہ بجلی کے انچارج ایک سکھ نوجوان ہیں۔ آپ ایک شریف اور ملنسار آدمی ہیں۔ آپ کو بھی سردار محمد یوسف صاحب کا ترجمہ پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ آپ اس کے مطالعہ سے بہت مسرور ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ایک خط ایڈیٹر صاحب "نور" کے نام بطور مبارکباد کے لکھا ہے۔ اور مجھ سے چاہا ہے۔ کہ میں ان کے خط کو اپنے اخبار میں شائع کر دوں۔ چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق میں اسے اخبار "الحکم" میں شائع کر رہا ہوں۔ (ایڈیٹر)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب "نور"

تسلیم:- میں جناب کے مقدس و بیش بہا قیمتی اور بابرکت تحفہ یعنی قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ پر تشکر و امتنان بھرے دل کے ساتھ اور تو کچھ نہیں کمال عقیدت اور خلوص کے پھول آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

ایک تو یہ پُر تقدس کتاب خود اپنی ذات گرامی میں ہی ایسا بابرکت تحفہ ہے۔ جس کو اگر جواہرات کے ساتھ بھی وزن کیا جائے تو وہ اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں پھر اس کے ساتھ جو آپ کی محنت شاقہ اس گورمکھی ترجمہ میں شامل ہے۔ وہ ایک ایسا گراں قدر احسان ہے جس کو میں تو کیا آئندہ نسلیں بھی گراں بار رہیں گی۔ اور قلب شاکر کے ساتھ آپ کے حق میں دعا گو رہیں گی۔ اور نہ صرف آپ کے لئے بلکہ حضرت مرزا صاحب سورگباشی جیسے دھرماتما اور محسن انسان کو بھی خلوص عقیدت دل کے ساتھ یاد کرتی رہیں گی۔ جن کی قوت قدسیہ و توجہ کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ ان کے سلسلہ میں ایک ایسے عالم کو جو گورمکھی کا بھی ودوان ہے پیدا کیا جسے اس زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق بارگاہ الٰہی سے میسر آئی۔ اور میرے جیسے دیرینہ مشتاق انسان کی خواہش بار آور ہوئی۔ جس کی بدولت آج ہم بھی اس مطہر اور عظیم الشان کلام الٰہی کے مطالعہ سے بابرکت اور لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

دستخط

(خاکسار بھنگ سنگھ لوکل منیجر محکمہ بجلی قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ

چوہدری مہرالدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

چوہدری صاحب مرحوم کے حالات معزز روزنامہ الفضل میں شائع ہو چکے ہیں۔ مگر الحکم، صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کے اوراق کو ایک جگہ جمع کر دینا چاہتا ہے۔ تاکہ الحکم پڑھنے والے احباب کو آسانی رہے۔ اس لئے الفضل سے لیکر شائع کر دیتا ہوں۔ اس ضمن میں ان تمام دوستوں سے میں درخواست کرتا ہوں جو صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سے واقف ہوں کہ وہ ان کے حالات لکھ کر "الحکم" میں بھیج دیں۔ تاکہ ان کو شائع کر دیا جائے۔
(ایڈیٹر)

عاجز کے والد چوہدری مہرالدین صاحب مرحوم ۱۹۳۳ بکرمی مطابق ۱۸۷۶ء میں اپنے گاؤں موضع بوبک (دھتر) ظفروال ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر سے ہی متقی اور پرہیزگار تھے۔ نماز تہجد باقاعدہ ادا کرتے۔ اور خدا اور رسول کی محبت میں گرداں رہتے۔ چلہ کشی بھی کی۔ درود و وظائف کی خاص لگن تھی۔ آپ کی ایمانداری اور سچ بولنے پر لوگوں کو کامل یقین تھا۔ اوائل شباب میں ہی لوگ آپ کو ولی اللہ سمجھتے۔ معتقدین کا جمگھٹا اکثر آپ کی صحبت میں رہتا۔

آپ کے ہم زلف چوہدری غلام حسین صاحب نمبردار سیالکوٹ نے احمدیت قبول کر کے آپ کو خط لکھا۔ والد صاحب سیالکوٹ گئے۔ اور جب باتیں سنیں۔ تو بغیر چون و چرا کے اسی وقت اگست ۱۹۰۶ء میں مشرف بہ احمدیت ہو گئے۔ احمدیت کا فرشتہ بنا کے بغیر نہیں چھوڑتا۔ گاؤں میں واپس آتے ہی تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ اس پر مخالفت کا ایک طوفان اٹھا۔ جو آپ کے پاؤں چومتے تھے وہ درپئے آزار ہو گئے۔ اور جو آپ کی صحبت میں بیٹھنا فخر سمجھتے تھے۔ وہ آپ کے سایہ تک سے پرہیز کرنے لگے۔ گاؤں کی مسجد میں جہاں آپ نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ جانے سے روک دئے گئے۔ امام مسجد نے لوگوں کو آپ کے خلاف بہت بھڑکایا۔ لیکن قدرت ایزدی نے چند ہی روز میں اسے ذلیل کر کے گاؤں سے نکال دیا۔ دوسرا امام جو آیا۔ اس نے بھی مخالفت میں حد ہی کر دی۔ مکمل بائیکاٹ کا نوٹس دے دیا۔ ایک دن اس نے زدوکوب کرانے کا منصوبہ باندھا گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور والد صاحب مرحوم کو عشاء کے بعد بلا بھیجا۔ کہ آ کر مباحثہ کر لیں۔ والد صاحب خوشی خوشی چند کتب لیکر گئے۔ مگر وہاں رنگ ہی اور دیکھا۔ بھانپ تو گئے۔ لیکن خدا تعالیٰ پر توکل کر کے بیٹھ گئے۔ گفتگو حیات و وفات مسیح ناصری پر شروع ہوئی۔ امام صاحب جاہل مطلق تھے۔ مباحثہ خاک کرتے۔ آپے سے باہر ہو کر ہاتھا پائی پر اتر آئے۔ ایک کتاب بھی پھاڑ ڈالی۔ اور لوگوں کو حملہ کے لئے للکارا۔ لیکن خدا حافظ تھا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ والد صاحب مرحوم واپس آتے ہی دعا میں مشغول ہو گئے۔ اور تمام رات خدا کے حضور عرض و معروض میں گزار دی۔ اللہ تعالیٰ نے بروقت امداد کی۔ چند ہی روز کے بعد امام مسجد بدچلنی میں پکڑے گئے۔ اور پٹ کر روتے ہوئے نہایت ذلت سے گاؤں سے نکل گئے۔

اسی طرز کے کئی واقعات اور ہیں۔ قصہ کوتاہ آخر زندگی تک آپ کو مخالفوں نے ہر رنگ میں تکلیف پہنچائی۔ مالی و جانی نقصان کے علاوہ عزت و آبرو پر شدید حملے کئے۔ لیکن آپ نے قابل تقلید حوصلہ اور تقویت ایمان دکھائی۔ آپ میں عفو کا مادہ بھی کمال تھا اشد ترین دشمنوں کو فوراً معاف کر دیتے۔ اور وقت پڑنے پر حتی الوسع امداد کرتے۔ گاؤں کے ایک شخص نے جسکو تنگی کی حالت میں آپ نے بہت امداد دی تھی۔ آپ کی عزت پر حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ اور پولیس نے ملزم کا چالان کر دیا۔ سارے گاؤں نے امداد کی مگر جرم ثابت ہو گیا۔ مجسٹریٹ صاحب کئی سال کی سزا دینا چاہتے تھے۔ اس وقت ملزم معافی کا طلبگار ہوا۔ اور باوجود مجسٹریٹ صاحب کی ناراضگی کے آپ نے معاف کر دیا۔ اور ملزم کو برائے نام سزا ہوئی۔

غالباً اس علاقہ میں آپ پہلے احمدی تھے۔ وہ دن بھی عجیب پر کیف و سرور تھے۔ دور دور سے احمدی دوست آپ کی ملاقات اور حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لاتے۔ قریباً ہر روز ایک دو آ جاتے۔ سیالکوٹ ظفروال والی سڑک پر آپ کا گاؤں ہے۔ آنے جانے والے احمدی احباب اور مبلغین سلسلہ کی خدمت کا موقع ملتا رہتا۔ آپ فخریہ فرمایا کرتے۔ میرا گھر اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کے لئے ڈاک بنگلہ بنایا ہے۔

تبلیغ کی خاص دھن تھی۔ جو ملتا۔ اسے کچھ نہ کچھ سنا دیتے۔ کتب سلسلہ خرید لاتے۔ اور تھوڑا سا اشتیاق ظاہر کرنے والے کو بھی دے دیتے۔ پھر واپس نہ لیتے۔ اخبار کا مطالعہ باقاعدہ فرماتے۔ ہر وقت جیب میں رکھتے۔ اور لوگوں کو بھی سناتے۔

ویرکا نارووال ریلوے لائن کے کھلنے سے قبل آپ اکثر قادیان پیدل جایا کرتے۔ سال میں دو تین دفعہ ضرور جایا کرتے۔ قادیان ہجرت کر جانے کی تڑپ تھی۔ زمین بھی خرید لی۔ کئی تجاویز سوچیں۔ لیکن مالی مشکلات نے کامیاب نہ ہونے دیا۔

رات کے ایک دو بجے تہجد کے لئے اٹھنا آپ کا معمول تھا۔ بچوں کو چار پانچ بجے جگا دیتے۔ فرمایا کرتے۔ ابھی سے ان کو عادت پڑے گی تو بڑے ہو کر عابد بنیں گے۔ آپ کا معمول تھا۔ دعا بلند آواز سے کرتے۔ اس قدر سوز و گداز سے دعا کرتے۔ کہ سننے والے کانپ جاتے۔ اولاد۔ دیگر عزیزوں۔ دوستوں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ۔ اخبار میں شائع شدہ درخواست ہائے دعا اور کل احمدیوں کیلئے دعا کرتے۔ کسی دوست عزیز یا سلسلہ پر جب کوئی تکلیف سنتے تو اسی وقت دعا میں مشغول ہو جاتے۔ دعا کرتے کرتے آپ تھکتے ہی نہ تھے۔

اولاد کی تعلیم و تربیت کا بڑا خیال رکھتے۔ حتی المقدور ایک کو خود تعلیم دیتے۔ لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا اور قرآن کریم خود پڑھایا۔ ایک لڑکی کو تین پارہ تک قرآن کریم حفظ کرایا۔ وہ فوت ہو گئی۔ ہمیں فرمایا کرتے تمہاری ڈاکٹریوں۔ نوکریوں اور تعلیم سے مجھے تسکین نہیں ہو سکتی۔ جب تک تم خادم دین نہ بنو۔

برادرم چوہدری نذیر احمد مرحوم نے جب تحریک جدید میں کام کرنا شروع کیا تھا تو آپ پھولے نہ سماتے۔ وہ دو تین دفعہ چھٹی لیکر گھر آیا۔ تو بہت ناراض ہوئے۔ مرض الموت میں آپ بیمار تھے۔ نذیر احمد مرحوم دو روز کی رخصت پر کسی کام سے گھر آیا۔ اس نے بصد منت آپ کی تیمارداری کرنی چاہی۔ لیکن آپ نے فرمایا مجھے تمہاری خدمت کی ضرورت نہیں۔ جاؤ اور اپنے امام کے قدموں کی خاک بن جاؤ۔ چنانچہ آپ نے مرحوم کو قادیان واپس بھیج دیا۔ ۲۶/ اگست کو معمولی بخار ہوا۔ چار پانچ روز تک چلتے پھرتے رہے۔ پھر حالت بگڑ گئی۔ مکرمہ والدہ محترمہ نے بار بار کہا۔ کہ اپنے بیٹے ڈاکٹر بشیر احمد کو خبر کر دو۔ لیکن آپ انکار کرتے رہے۔ والدہ محترمہ انکار کی وجہ دریافت کرتیں۔ تو فرماتے۔ کہ ضرورت نہیں۔ غالباً آپ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ اب سفر آخرت لازمی ہے۔ لین دین اور دیگر معاملات میں مفصل ہدایات دیدیں۔ وصیت کے متعلق فرمایا۔ فلاں قطعہ زمین مجھے سب سے پیارا ہے۔ وصیت میں وہی دینا۔ ایک روپیہ ایک ہندو کا کئی سال ہوئے دینا تھا۔ جو آپ کو بھول چکا تھا۔ اور وہ ہندو بھی مر چکا تھا۔ قدرتاً مرض الموت میں یاد آ گیا۔ اور اس کی ادائیگی کی تاکید فرمائی۔ ۱۲/ ستمبر کو حالت نازک ہو گئی۔ ایک تار مجھے اور ایک تار چوہدری نذیر احمد مرحوم کو قادیان دیا گیا۔ اسی دن ظہر کے وقت والد صاحب مرحوم نے غیر معمولی آواز میں نیم بیہوشی کی حالت میں فرمایا۔ وہ گر گیا۔ گر گیا۔ وہ نیک بخت۔ غالباً آپ کو برادرم نذیر احمد مرحوم کی شہادت کا واقعہ کشفی طور پر دکھلایا گیا۔ یہ عین وہی وقت تھا۔ جب مرحوم کو سکھ سواروں نے گھر آتے ہوئے راستہ میں قادیان کے قریب کچل دیا۔ اس کے بعد آپ بے ہوش ہو گئے۔ اور تین بجے صبح اپنے حقیقی مولا سے جا ملے۔ اور عین اسی وقت چوہدری نذیر احمد مرحوم نے بھی اس دار فانی سے کوچ کیا۔ اور دونوں سعید روحیں سفر آخرت میں ہم سفر ہو گئیں۔

فنا ہر ایک نفس کو ہے۔ صدمات از قسم مذکورہ بالا عام ہوتے ہیں۔ اور زمانہ آہستہ آہستہ ان کا نقش بھی دلوں پر سے مٹا دیتا ہے۔ لیکن والد مرحوم کی ان تھک اور پرسوز و گداز دعاؤں سے محروم ہو جانا۔ ہمارے لئے ایک ایسا صدمہ ہے۔ کہ دل بیٹھا جاتا ہے۔ اور مدتوں یہ داغ سینہ سے نہیں مٹے گا۔ پیارے آقا و امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بزرگان سلسلہ اور احمدی احباب سے عاجزانہ درخواست ہے۔ کہ مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔ اور ہمارے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہماری والدہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اور وہ خود ہمارا حامی و ناصر ہو۔

(احقر ڈاکٹر بشیر احمد میڈیکل آفیسر۔ موچھ ضلع میانوالی)

درخواست دعا

چوہدری محمد طفیل صاحب تار امسال ایم۔ اے کا امتحان دینے والے ہیں۔ احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا فرماویں۔

(خاکسار۔ عبدالرشید جہلمی از پشاور)

میرے مشاہدات و تاثرات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

(۹)

ایڈیٹر الحکم "بہشتی مقبرہ" میں

قادیان میں ہر ایک آنے والا بہشتی مقبرہ کی طرف قصد کرتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اس زمانے کا راستباز نبی اپنے وفاداروں اور فداکاروں کے زمرے میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ جلسہ کے ایام میں دن رات ایک بھیڑ لگی رہتی ہے۔ آنے والے اخلاص کے ساتھ حضور کے مزار پر کھڑے ہو کر نہایت خشوع و خضوع سے حضور کی ترقی درجات کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ اور حضور کی ذات پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ میں نے ایک گروہ کو دیکھا۔ جن کے چہروں پر وقار اور تمکنت تھی۔ وہ ادب کے ساتھ اس احاطہ میں داخل ہوئے۔ اور انہوں نے خاموشی سے اپنے ہاتھ رب العزت کے حضور اٹھائے۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ اور وہ کھڑے ہو کر محو دعا ہو گئے۔ یہ لوگ مختلف ملکوں مختلف جلسوں اور مختلف قوموں کے تھے۔ اس وقت میری نگاہ کے سامنے دو نظارے تھے۔ ایک طرف یہ منظر تھا جس کا میں نے اوپر تذکرہ کیا اور دوسری طرف ان سینکڑوں مخلص خدام کی قبروں کا منظر تھا۔ جنہوں نے اس عہد وفا کو جو انہوں نے اپنی زندگی میں باندھا تھا موت کے دم تک نبھایا۔ اور موت کے بعد بھی اپنے سید و مولیٰ کے گرد جمع ہو گئے۔ میں کئی مختلف الخیال خیالوں میں محو تھا۔ ایک طرف مجھے موت کے جلال کے سامنے اپنے سر کو جھکانا پڑا۔ جس کے لئے دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا انسان بھی کوئی خاص امتیاز اور استثناء نہیں رکھتا اور وہ خدا تعالےٰ کے قانون کل من علیہا فان کو نافذ کئے جا رہی ہے۔ وہ انسان جو دنیا کے نجات دہندہ اور امن و سلامتی کے شہزادے ہوتے ہیں آگ جن کی غلام ہوتی ہے۔ جن کے لئے پانی اور ہوائیں۔ زلزلے اور طوفان امراض و آفات۔ مسخر کر دی جاتی ہیں۔ وہ بھی قانون موت سے مستثنےٰ نہیں کئے جاتے۔ میرے سامنے اس زمانے کے راستباز کی قبر تھی۔ اس قبر نے میرے خیال کو راستبازوں اور نبیوں کے سرتاج حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ منور کی راہ نمائی کی۔ اور میں نے چشم بصیرت سے اس انسان کو جو قوموں کا منجی اور نبیوں کا رہبر تھا اپنے روضہ میں لیٹے ہوئے دیکھا۔ تب میں نے کہا۔ کہ اس زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ جو فانی اور زوال پذیر ہے۔ اور میں نے اس موت کی عظمت کا اعتراف کیا۔ جس کے ہاتھ سے انبیاء اور ان کے سرتاج بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اسوقت میرے دل نے کہا۔ کہ وہ لوگ کیسے غلطی خوردہ ہیں۔ جو اس قانون سے حضرت عیسیٰ کو مستثنیٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی استثناء ہو سکتا تھا۔ تو وہ آنحضرت کی ذات کے ساتھ ہو سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ وہ تمام لوگ جو اس استثناء کے قائل ہیں جھوٹے اور غلطی خوردہ ہیں۔

— ✻ —

میں اپنے اس خیال سے بیدار ہوا۔ تو پھر ایک دوسرے خیال نے مجھے گھیر لیا۔ میں نے ان قبروں پر نگاہ ڈالی۔ اور پھر اس قبر پہ نگاہ کی جس کی پائینتی کی طرف میں ادب سے کھڑا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ دنیا نے اس انسان کو کس قدر دکھ دیا۔ اور کس قدر اس کی دل آزاری کی۔ پتھر برسائے مقدمات میں کھینچا۔ گالیاں دیں۔ قتل کی سازشیں اور منصوبے کئے۔ عدالتوں نے بھی بے انصافیاں کیں۔ لوگوں اور قوموں نے ملکر چاہا کہ سب مل کر اسے مٹا دیں۔ مگر ہر آندھی جب گزر چکتی تو نظر آتا۔ کہ اس زمانہ کا نبی بدستور کھڑا ہوا تحدی کر رہا ہے۔ کہ

دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کر دیگا۔

اس نے ایک جماعت کو قائم کیا۔ جس میں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کے لوگ آکر شریک ہوئے۔ دنیا نے ان کو دکھ پر دکھ دئے۔ اور وہ اپنے خاندانوں اور قوموں سے اپنے عزیز و اقارب سے رشتہ داروں اور پیاروں سے کاٹے گئے۔ انہوں نے دنیا کے مصائب اور دنیا کی لعنتیں برداشت کیں۔ مگر اس پیوند سے جدا نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں صدق و وفا کا نمونہ دکھایا۔ اور مرنے کے بعد اس جگہ دفن ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر ابدی مہر ثبت کر دی۔

میں نے دیکھا۔ کہ ان لوگوں نے اپنی زندگیوں [illegible] مخالفت [illegible] کے برابر بھی پرواہ نہ کی۔ اور اب قیامت تک کے لئے ان کی مشت خاک ایک زندہ اعلان بن رہی ہے۔

— ✻ —

پھر میں نے ان لوگوں کو دیکھا۔ جو مزار مبارک پر بے تحاشہ آنسو بہا رہے تھے۔ انکی رقت میرے لئے پرکیف اور پر ایمان تھی۔ کیونکہ یہ لوگ دنیا کی مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے صدق و اخلاص پر قائم ہیں۔ اور دنیا کی کوئی تکلیف ان کو اس راستے سے ہٹا نہیں سکی۔ ان کا یہ پہاڑ کی طرح ایمان اس سردی کے موسم میں اپنے ملکوں سے بھاگے چلے آنا اور اس مقام کی طرف کھینچے چلے آنا مجھے بتلا رہا تھا کہ وہ تمام لوگ جو اس راستباز کی مخالفت میں اندھے ہو رہے تھے۔ اور وہ تمام طاغوتی طاقتیں جو اسے مٹانے کے لئے زور مار رہی تھیں۔ اس کے مقابل میں مٹ گئیں۔ اور خدا نے اپنے تمام وعدے جو اس جری سے کئے تھے پورے کر دئے جیسے آپ نے کہا تھا ؎

خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤنگا

یا فرمایا تھا

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔

پس میں نے اس مزار پر کھڑے ہو کر یہ سب کچھ دیکھا۔ تب میں نے کہا۔

اے خدا کے فرستادہ نبی! تجھ پر سلام۔ اے راستبازی اور راستی کے مینار! تجھ پر سلام۔ خدا نے تجھے آج کامیاب کیا۔ اور تیرے دشمنوں کو ناکام کیا۔ پس میں سچے دل سے کہتا ہوں۔ کہ

اللہم صلے وسلم علی سیدنا محمد و علیٰ آل سیدنا محمد و بارک وسلم و علیٰ عبدک المسیح الموعود۔

خودکشی و خودکشانی کار را
خود تو رونق دہی آں بازار را

از قلم صوفی فضل الٰہی صاحب احمدی بمبئی والے

گذشتہ سے پیوستہ

اور وہ لوگ جن کو عام طور پر ذلیل و ناکام دیکھا۔ ان میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ تھے۔ جو لوگوں کے خوف سے احمدیت کی صداقت کو چھپاتے تھے۔ ایسے ایسے لوگوں کی زندگی پر خدا تعالیٰ کا قانون "فما ربحت تجارتہم وما کانوا مھتدین" ہر آن جاری پایا۔ کچھ لوگ ایسے بھی دیکھے گئے۔ جو احمدیت کو حقیقی اسلام یقین کرتے۔ لیکن اس خوف سے کہ وراثت سے محرومی ہوگی۔ اس خیال کے ماتحت اپنے اس ایمان کو جس کی تصدیق ان کا دل و دماغ کرتا چھپاتے تھے۔ ایسے لوگوں پر خدا تعالیٰ کے فرستادہ کا فرمودہ ؎

دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

صادق آیا۔ حضرت مولانا رومؒ نے طول طویل زمانہ کے بعد فرمایا تھا ؎

من بہر جمعیتی نالاں شدم
جفت خوش حالاں و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

خاکسار نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے آپ کو حضرت مولانا کے مذکورہ فرمودہ کے مناسب حال پایا۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے مختلف خیالات اور مختلف حالات اور مختلف اخلاق کے انسانوں کی میل ملاقات اور دیکھ بھال سے صحیح صحیح اخلاق حسنہ اور جمیلہ کی جانچ اور توازن کا موقعہ اور وقت ملا۔ جب خاکسار اپنے ان حالات پر جن کا تعلق مختلف طبقہ کے انسانوں کی میل ملاقات اور صحبت سے وابستہ ہے۔ غور کرتا ہے۔ تو بال بال سے

خودکشی و خودکشانی کار را
خود تو رونق دہی آں بازار را

کی صدا آتی ہے۔ ہر ایک مذہب اور ہر ایک قوم میں خدا تعالیٰ کے ارشاد "وقلیل من عبادی الشکور" یعنی حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کے احسانوں کے شکر گزار تھوڑے ہی انسان ہیں۔ یقینی طور پر دنیائے فانی کے رہنے والوں کے مناسب حال پایا۔ جہاں تک غور کیا گیا۔ حقیقی طور سے اپنے خالق اور مالک کے لئے نیکی اور محبت اور ہمدردی کرنے والے شاذ و نادر ہی دیکھے گئے۔ بہت سے انسان دیکھے گئے۔ جن کی محبت ایک دن کی محبت ہے۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھے گئے۔ جن کی محبت دو دن کی محبت ہے۔ اور بہت سے ایسے بھی دیکھے گئے۔ کہ جن کی محبت ایک مہینے یا ایک سال تک قائم ہے۔ دراصل عام طور پر محبت کرنے والوں کی محبت کسی نفسانی خواہش کی بنا پر ہی دیکھی گئی۔ پس ایسے محبت کرنے والوں کی خواہش کی موت محبت کی موت ہے اور یہ محبت زیادہ تر دنیا داروں اور پھر ایسے لوگوں میں بھی دیکھی گئی ہے۔ جو اپنے آپ کو اللہ والے کہتے یا کہلواتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے اس سرچشمہ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ کہ جس کا پانی انسانی خواہشاتِ نفس کو بالکل دھو ڈالتا ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ لوگ کسی لیاقت مرتبت یا اور کسی قسم کی طاقت یا دولت دیکھنے پر محبت کرنے لگتے ہیں۔ جب تک طاقت یا لیاقت یا دولت ہے تو محبت کرنے والوں کی محبت بھی ہے۔ لیکن قضاء سے جب طاقت یا لیاقت یا دولت چلی جائے۔ تو محبت بھی ساتھ ہی ساتھ رخصت ہو جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں کی محبت صرف لیڈروں اور اخبار کے ایڈیٹروں سے ہی وابستہ دیکھی گئی۔ اور یہ اس لئے کہ لیڈر اپنی تقریروں میں ان کے اوصاف کا اقرار کریں۔ اور ایڈیٹر ان کے تذکرے بڑھا چڑھا کر اخباروں میں شائع کرتے رہیں۔ جب لیڈروں کی لیڈری اور ایڈیٹروں کی ایڈیٹری قضاء کے ہاتھ سے چلی جائے تو محبت بھی چلی جاتی ہے۔ اگر محبت کرنے والوں کی محبت اپنے خدا تعالیٰ کے لئے ہوتی تو ضرور ہمیشہ قائم و دائم رہتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہمیشہ قائم و دائم ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سمجھتے ہوئے اس کی خاص و عام مخلوق سے محبت ہوتی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی محبت ایک قانون کے ماتحت اپنی خاص و عام مخلوق سے برابر جاری ہے۔ الغرض انبیاء کی محبت اور ان کے سچے اور مخلص پیرو ول .... کی محبت ہی ایسی محبت ہے۔ جو کبھی نہیں مٹتی۔ موت تک۔ موت کے بعد بھی برابر جاری ہے۔ اگر ماں باپ بھی دنیا دار ہوں۔ تو ان کی محبت بھی مٹ جاتی ہے۔ مثال کے طور اور عبرت حاصل کرنے کے لئے ایک ذکر کئے دیتا ہوں۔ کہ جس کا تعلق خاکسار کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔

خاکسار نے اپنی بیماری کے دنوں اپنے والد بزرگوار سے کہا۔ کہ ابا جان! آپ کے نام کچھ زمین ہے۔ اگر آپ میرا حصہ مجھے نہ دیں تو میں وصیت کر دوں۔ کہ یہ میرے لئے میرے ایمان کے رو سے ضروری ہے۔ میرے ابا جان نے جواب دیا۔ کہ اگر کسی مولوی یا ملاں نے کہا۔ کہ مرزائی کو حصہ پہنچتا ہے تو دے دونگا۔ مجھے خیال ہے۔ کہ یہی ایک سوال اپنی تمام عمر میں میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے والد سے کیا تھا۔ انہوں نے [illegible] سوال کا نفی میں جواب دیا۔ لیکن میرے والد بزرگوار کے مقابلہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مخلص اور صادق خادم نے (جن کا نام نامی عبداللہ الہ دین ہے۔ اور وہ سکندر آباد دکن میں رہتے ہیں) تقریباً پندرہ سولہ سال کے عرصہ میں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میرے کسی سوال کا جواب نفی میں نہیں دیا۔ خدا تعالیٰ سے درخواست ہے۔ اور

اور پھر درخواست ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے ان کے سب سوال اور حاجات دینی و دنیوی کی نفی نہ فرمائے۔ جس طرح کہ انہوں نے مجھ خاکسار کی کسی حاجت اور سوال کی نفی نہیں فرمائی۔ (آمین)

خدا تعالیٰ کے پاک انبیاء اپنے اپنے زمانوں میں بے لوث اور بے غرض محبت کی نشر و اشاعت فرماتے رہے ہیں۔ زمانہ حال میں اس بے لوث اور بے غرض محبت کے بھولے ہوئے اسباق حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیانی نے مذہبی دنیا کے انسانوں کو یاد دلائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
چپ رہو تم دیکھ کر ان کے رسالوں میں ستم
دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دیں حال زار
نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامان دمار

یہی بے غرض اور بے طمع محبت کا سبق آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

"وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضی"

پیغام حق سنا کر انسانوں کو پڑھایا تھا۔ اور اس سبق کو پڑھ کر کئی انسانوں نے انسانوں کو آرام پہنچانے کی خاطر یعنی خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی محبت میں اپنی جانیں اور مال قربان کر دیتے تھے۔ بعینہ زمانہ حال میں بھی جن انسانوں نے رسول کریمؐ کے سچے جانشین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے غرض اور بے لوث درس محبت و الفت و ایثار کو جس کو کہ وہ بھول گئے تھے سنا اور پڑھا۔ انہوں نے بھی خدا تعالیٰ اور اسکی ... مخلوق کی محبت میں یعنی اس کی مخلوق کو آرام و راحت پہنچانے کی خاطر اپنی جانیں اور مال قربان کر دیتے اور کرتے رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہر ایک غور کرنے والا انسان موجودہ زمانہ میں بمقابلہ دوسرے مذاہب و اقوام عالم حضرت مسیح موعودؑ کے سچے خادموں میں ہی بے غرض اور بے لوث محبت کے نظارے دیکھ سکتا ہے۔ اور بس۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

صدق سے میری طرف آؤ کہ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

دراصل وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے مامورین کا انکار کرتے ہیں روحانی طور پر وہ درندوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ اگر وہ کسی موقعہ پر محبت اور ہمدردی کا بھی اظہار کریں تو دراصل وہ محبت اور ہمدردی ایک بہت جلد مٹنے والے [illegible] کی طرح ہوگی۔ یقیناً خدا تعالیٰ نے نہ مٹنے والی محبت اور الفت کا پیغام اپنے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی جمیع اقوام عالم کو سنا کر فرمودہ مبارک ؎

خودکشی و خودکشانی کار را
خود تو رونق دہی آں بازار را

کی حقیقت کو غور کرنے والوں کے لئے ظاہر فرمایا۔ والسلام

(طالب دعا صوفی) (باقی آئندہ)

وصایا

نمبر ۴۴۷۱ ۔ منکہ پیر خلیل احمد صاحب ولد پیر افتخار احمد صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ۔ ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

(۱) اس وقت میری ملکیت میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے ۔

(۲) اس وقت میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے ۔ جو اب تینتیس ۳۳ روپے ہے ۔

(۳) میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا ۔

(۴) میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔

(۵) اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اسکا کوئی جزو اسکی قیمت بحوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا ۔

العبد ۔ پیر خلیل احمد محرر نظارت تعلیم وتربیت
مورخہ ۱۵ ر جنوری ۱۹۳۶ء

گواہ شد ۔ قمر الدین مولوی فاضل کارکن نظارت تعلیم وتربیت ۵/۱/۳۶

گواہ شد ۔ قاضی عبد الرحمٰن محرر نظارت اعلیٰ
۵ ر جنوری ۱۹۳۶ء

نمبر ۴۴۹۴ ۔ منکہ احمد الدین ولد حافظ پیر بخش قوم جنجوعہ ساکن ڈنگہ ۔ ڈاک خانہ خاص ۔ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۹/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوتا ہوں ۔

میری جائیداد حسب ذیل ہے ۔

زمین مزروعہ واقعہ قصبہ ڈنگہ ۹ ایکڑ قیمتی ۹۰۰/- نو صد روپیہ اور پانچ ایکڑ زمین مزروعہ واقعہ موضع سنڈیانوالہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں بعوض چھ صد روپیہ بحق من رہن ہے ۔ اس کا واحد مالک بلا شراکت غیرے ہوں ۔ اور ایک مکان پختہ قیمتی پانچ صد روپیہ واقعہ قصبہ ڈنگہ میں ہے ۔ جو کہ بعوض مبلغ پانچ صد روپیہ حق مہر اہلیہ خود کو رہن دیا ہوا ہے ۔ اس وقت میرے قبضہ میں پندرہ سو روپیہ کی جائیداد ہے ۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ میرے مرنے کے بعد جسقدر جائیداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ حقدار ہوگی ۔ اگر کوئی رقم بابت وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر دوں تو وہ میری جائیداد وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی ۔

العبد ۔ احمد الدین ولد حافظ پیر بخش سکرٹری انجمن احمدیہ ڈنگہ ۔ بقلم خود

گواہ شد ۔ محمد اسلم خاں بی ۔ اے ۔ احمدی

گواہ شد ۔ محمد حسین احمدی ۔ محلہ کشمیریاں ڈنگہ ۔ بقلم خود

گواہ شد ۔ محمد الدین ولد حافظ احمد الدین بقلم خود پسر موصی

نمبر ۴۴۹۳ ۔ منکہ سعیدہ بانو زوجہ جلال الدین شمس قوم کشمیری تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔

میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے ۔

بصورت نقد نو سو ۹۰۰ روپیہ ہے ۔ جو میرے خاوند کے ذمہ قرضہ ہے ۔ اور دو کنال زمین قیمتی ساڑھے پانچ سو روپیہ جو متصل قادم مرزا بشیر احمد صاحب ہے ۔ اور علاوہ ازیں تین صد روپیہ بصورت زیور ہے ۔ اور ایک ہزار روپیہ مہر میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے ۔ یہ کل جائیداد بصورت نقدی ۲۷۵۰/- روپیہ کی ہے ۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے ۔ پس میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات کے بعد مذکورہ بالا جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور ہوگی ۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کر لوں ۔ تو وہ رقم قیمت جائیداد مذکورہ بالا سے منہا کر دی جائیگی اور میں کوشش کروں گی کہ وصیت کی رقم اپنی زندگی میں ہی داخل کر دوں ۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا یا ثابت ہوگی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔

العبد ۔ موصیہ سعیدہ بانو

گواہ شد ۔ جلال الدین شمس ولد امام الدین ساکن قادیان خاوند موصیہ ۲۹/۱/۳۶

گواہ شد ۔ امام الدین بقلم خود ولد محمد صدیق ساکن قادیان ۲۹/۱/۳۶

نمبر ۴۴۹۲ ۔ منکہ مدد علی صاحب احمدی ولد حاجی امام بخش صاحب قوم شیخ ۔ پیشہ ملازمت عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۹ء ساکن شاہجہانپور ڈاک خانہ خاص تحصیل وضلع شاہجہانپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۴/۱۱/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

(۱) اس وقت میری ملکیت میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے ۔

(۲) اس وقت میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو اب پینتالیس ۴۵ روپے ہے ۔

(۳) میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ یعنی دسواں حصہ بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا ۔

(۴) میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو ۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

(۵) اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں ۔ تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا ۔ فقط ۔ مورخہ ۲۴ ر نومبر ۱۹۳۵ء

العبد ۔ خاکسار مدد علی احمد بقلم خود ہیڈ مینیجر چیف کمشنر ہاؤس ۔ دہلی ۔

گواہ شد ۔ محمد یعقوب ٹیچر ایم ۔ بی مڈل سکول پہاڑ گنج دہلی

گواہ شد ۔ سید محمد حسین کلرک میونسپلٹی نمبر ۴۳ علی پور روڈ دہلی

نمبر ۴۴۹۰ ۔ منکہ رشیدہ بیگم فرحت جہاں زوجہ چوہدری مظفر الدین صاحب بی ۔ اے مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۔ قوم قریشی پیشہ × عمر ۱۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔

(۱) میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں ۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی ۔

(۳) میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے ۔

(الف) مہر ۵۰۰/- روپیہ پانصد روپیہ ۔ جو ابھی تک میرے خاوند کے ذمہ ہے ۔

(ب) سونے کے کڑے جسکا وزن ۱۵ ر تولہ ہے ۔ اور قیمت پانصد روپیہ ۵۰۰/- روپیہ ہے ۔ باقی سونے کے زیور مثلاً چوڑیاں ۔ بندے ۔ انگوٹھی ۔ تیلی جس کی کل قیمت ۱۳۲/- روپیہ ہے ۔

(ج) چاندی کا زیور جس کا وزن ۲۱ تولے اور قیمت ۲۰/- روپے ہے ۔

دستخط رشیدہ بیگم فرحت جہاں بقلم خود

گواہ شد (۱) مظفر الدین بقلم خود قادیان

(۲) شیر علی بقلم خود قادیان

(۳) خاکسار محمد اسمٰعیل عفی عنہ قادیان

۳۶ — ۱ — ۱۷

نمبر ۴۴۸۹ ۔ منکہ سید احمد زمان شاہ ولد سید حبیب اللہ شاہ صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۹ء ساکن داتہ ڈاک خانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۱۲/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ (دسویں حصہ کی) حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی ۔ میری اس وقت تنخواہ ۵۳/۱۰/- روپے ماہوار ہے ۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کر کے رسید حاصل کرتا رہونگا وصیت منظور فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ۔ والسلام

العبد ۔ سید احمد زمان شاہ احمدی بقلم خود اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس تھانہ متھرا ضلع پشاور ۔ ڈاک خانہ اسلامیہ کالج پشاور ۔

گواہ شد ۔ سید محمود شاہ ہزاروی بقلم خود معرفت تحریک جدید قادیان دار الامان

گواہ شد ۔ سید مقصود علی محمود بقلم خود ساکن مانسہرہ ضلع ہزارہ حال وارد قادیان

نمبر ۴۴۸۸ ۔ منکہ اسد اللہ خاں ولد میاں واحد بخش صاحب قوم پتوار پیشہ ملازمت عمر ۱۹ سال تاریخ بیعت ۹ جنوری ۱۹۳۵ء ساکن سونمیانی ڈاک خانہ روجھان غربی ضلع ڈیرہ غازیخاں تحصیل راجن پور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ ۲۲/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

(۱) اس وقت میری ملکیت میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے ۔

(۲) اس وقت میرا گزارہ میری ماہوار آمد پر ہے

جو پندرہ روپیہ ماہوار ہے ۔ میں تا زیست اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا ۔

(۳) میری وفات کے بعد جس قدر میرا بھی ترکہ ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ مذکور ہو گی ۔

(۴) اگر میں اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کا کل حصہ بمد وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اسکی قیمت جوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو وہ اداشدہ قیمت یا حصہ یا جزو میرے ترکہ میں سے اداشدہ شمار ہوگا فقط ۔ والسلام ۔ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء

العبد ۔ بقلم خود اسد اللہ خان سکنہ سونمیانی ڈاک خانہ روجہان غربی ضلع ڈیرہ غازیخان حال مقیم قادیان ۲۲ ۱/۳۶

گواہ شد ۔ عبد الرحمٰن خاں ولد محمد حیات خاں ساکن ملتان حال کلرک دفتر امور خارجہ قادیان

گواہ شد ۔ بقلم خود عنایت اللہ ولد چوہدری عبد اللہ سکنہ قادیان ۲۲ ۱/۳۶

نمبر ۴۴۸۷ ۔ منکہ طالعہ بی بی صاحبہ زوجہ عبد اللہ احمدی قوم کیمبو کا پیشہ زراعت عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن کالیہ ڈاک خانہ بھکھی تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ ۱۲/۳۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔

اس وقت میری حسب ذیل جائیداد ہے ۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان شریف ضلع گورداسپور کرتی ہوں ۔

مہر مبلغ ۱۲۰/۰ روپیہ زیورات قیمتی ۲۰۰/۰ روپیہ کل مبلغ ۳۲۰/۰ روپیہ اس کا ۱/۱۰ حصہ ۳۲/۰ روپیہ نقد داخل خزانہ کرتی ہوں ۔

اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی ۔

العبد ۔ انگوٹھا طالعہ بی بی زوجہ عبد اللہ احمدی ساکن کالیہ ڈاک خانہ بھکھی

گواہ شد ۔ عبد اللہ احمدی خاوند موصیہ ساکن کالیہ ضلع شیخوپورہ

گواہ شد ۔ بقلم خود سید لال شاہ امیر جماعت احمدیہ انبہ بھکھی ۔ ضلع شیخوپورہ

نمبر ۴۴۸۶ ۔ منکہ دین محمد صاحب ولد امام الدین صاحب قوم جاٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۳۰ سال ساکن کوٹ احمدیاں ڈاک خانہ ڈگوری ضلع حیدر آباد سندھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ ۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

میرا گذارہ اپنی جائیداد کی آمد پر ہے ۔ جائیداد اس وقت ایک مربع (۲۵ ایکڑ) واقعہ کوٹ احمدیاں تعلقہ ماتلی ضلع حیدر آباد میں ہے ۔ میں وصیت کرتا ہوں ۔ کہ میری وفات کے بعد میری جائیداد کے ۱/۱۰ (دسویں) حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر کوئی رقم یا جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو وہ حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی ۔

العبد ۔ دین محمد ولد امام الدین قوم جٹ سکنہ کوٹ احمدیاں ۔ (نشان انگوٹھا)

گواہ شد ۔ عبد الرحمٰن بقلم خود مولوی فاضل

گواہ شد ۔ غلام حیدر کوٹ احمدیاں حال ٹلو نلی جنگلاں

پورا پتہ ۔ دین محمد ولد امام الدین صاحب معرفت چوہدری غلام حیدر صاحب سپروائزر کواپریٹو سوسائیٹز ڈگری ضلع میرپور خاص (سندھ)

نمبر ۴۴۲۲ ۔ منکہ محمد عالم ولد کرم داد قوم جٹ باجوہ ۔ پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت جولائی ۱۹۳۱ء ساکن فتح پور ۔ ڈاک خانہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ ۱/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

اس وقت میں ۴۵/۰ روپے ماہوار تنخواہ لیتا ہوں اس میں سے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اور ۱/۸ ماہوار بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ادا کرتا رہوں گا ۔ اگر میری آمد بڑھ جائے تو اس کا بھی ۱/۸ حصہ اور ادا کرتا رہوں گا ۔ اگر میرے مرنے سے پہلے کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ پیدا ہو تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ پر وصیت حاوی ہوگی ۔

اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد پیدا ہو یا ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ پر میری یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ اگر میں اس نئی پیدا شدہ جائیداد میں سے کوئی حصہ یا رقم اپنی زندگی میں ادا کر کے فوت ہو جاؤں تو اس میں منہا سمجھی جائیگی ۔ اور اس وقت سوائے میری تنخواہ کے کوئی میری جائیداد نہیں ہے ۔

العبد ۔ محمد عالم بقلم خود ولد کرم داد سب انسپکٹر زمیندارہ بنکس چونیاں ضلع لاہور

گواہ شد ۔ مولوی احمد الدین صاحب ولد قدرت اللہ صاحب ساکن دھلی لوکل صدر چونیاں ضلع لاہور

گواہ شد ۔ مرزا محمد جمیل بیگ میونسپل کمشنر چونیاں ضلع لاہور سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ چونیاں بقلم خود

نمبر ۴۳۸۶ ۔ منکہ ثنا محمد ولد پیر بخش قوم آرائیں عمر ۳۵ سال ساکن گوہد پور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸ ۱/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔

کہ مکان قیمت ۵۰/۰ روپیہ زمین ۲۵۰/۰ روپیہ کا ہے ۔ جس میں سے اس جائیداد کا دسواں حصہ دونگا ۔ اگر میری زندگی میں کوئی اور جائیداد پیدا ہوگی تو اس کا بھی دسواں حصہ ادا کرونگا ۔

العبد ۔ ثنا محمد ولد پیر بخش قوم آرائیں ساکن گوہد پور (نشان انگوٹھا)

گواہ شد ۔ حسن محمد خان بنگلہ ڈسٹرکٹ بورڈ سیالکوٹ ۔

گواہ شد ۔ اللہ دتہ ہیڈ مالی کمپنی باغ چھاؤنی سیالکوٹ

گواہ شد ۔ حکیم عطا محمد ساکن گوہد پور

(بقیہ صفحہ نمبر ۱)

پمفلٹوں ۔ ہینڈبلوں اور اخباروں کے ذریعے جماعت احمدیہ کے بانی ۔ ان کے خلفاء ۔ ان کے شعائر اور ان تمام متعلقین رگوں اناث و ذکور کے خلاف سخت گندے بے ہودہ اور بے بنیاد الزامات مشتہر اور منشور کئے جاتے ہیں ۔ احمدیوں کے مقدس مقام قادیان میں جاکر اشتعال انگیز تقریریں کی جاتی ہیں ۔ لوگوں کو فساد کے لئے ابھارا جاتا ہے ۔ تفرقہ انگیزی و تفرقہ اندازی کی تلقین کی جاتی ہے ۔ مفسدہ پرداز افراد کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ۔ اور کیا کچھ نہیں کیا جاتا ۔ مگر حکومت یہ سب کچھ دیکھتی ہے سب کچھ سنتی ہے ۔ بلکہ سب کچھ جانتی ہے ۔ لیکن خاموش ہے ۔ یہ کیوں؟ وہ حکومت جو رعایا کے ہر طبقے کے جان و مال کی محافظ ہے ۔ جو ملک معظم کی رعایا کے ہر گروہ کے مذہبی و قومی احساسات کا احترام کرانے کی ضامن ہے ۔ جو ہندو ۔ مسلم سکھ عیسائی بلکہ چوہڑے اور چمار کے حقوق کی حفاظت کرنے پر مجبور ہے ۔ وہ حکومت جو صوبے کے امن و صلح کی ذمہ وار ہے ۔ وہ اس صوبے کی ایک اہم اقلیت کے نازک احساسات سے اس درجہ کیوں غافل ہے یہ تعجب ہے کہ وہ مرکزی حکومت کے طرز عمل کی تقلید نہیں کرتی ۔ جس نے ابھی حال ہی میں ہندوؤں کے ایک طبقہ کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے مس میو کی کتاب "فیس آف مدر انڈیا" کا داخلہ اندرون ہند منع کر دیا ۔ یا پھر اپنی ہمسایہ صوبہ سرحد کی حکومت کی دور اندیشی اور عاقبت بینی سے سبق نہیں لیتی ۔ جس نے مولوی غلام غوث کو منافرت انگیز تقریریں کرنے سے روک دیا ۔ جن حالات میں مرکزی حکومت یا کوئی دوسری صوبائی حکومت اپنے اختیارات کو کام میں لانا ضروری سمجھتی ہے ۔ ان سے بہت سے زیادہ اہم اور سنجیدہ حالات میں ہماری حکومت کیوں ضروری نہیں سمجھتی ۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے ۔ (عہد جدید)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع نواب منزل قادیان سے شائع ہوا